

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نظرات

انسان مدنی الطبع ہے - ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا اس کی فطرت ہے - تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور ذریت آدم کے پھیلنے کا راز بھی اسی میں ہے اور یہی بات معاشرتی زندگی میں فساد کی بنیاد بھی ہے - معاشرتی زندگی کی ابتداء کے ساتھ ہی معاشرے میں فساد پیدا ہو گیا اور اسی وقت سے اصلاح کی کوششیں بھی شروع ہو گئیں، اس لئے کہ فساد کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔ لیکن ایسا بہت کم نظر آتا ہے کہ اصلاح کی کوششوں سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوئے ہوں - ایک سوچنے والے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے - کیا وجہ ہے کہ کوششیں بار آور نہیں ہوتیں اور بگاڑ میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے - یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشرے میں فساد کا بانی خود انسان ہے - ہم روز مرہ زندگی میں بھی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور عمرانیات تاریخ اور علم الانسان کے مطالعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے - قرآن کریم نے انسان کی پیدائش کا جو قصہ بیان کیا ہے اس میں واضح طور پر اس طرف اشارہ ہے - اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا - اتعجل فیها من یفسد فیها و یسفک الدماء - (کیا تو زمین میں ایک ایسی مخلوق بنانی چاہتا ہے جو اس میں فساد پھیلانے اور خون ریزی کرے) فرشتوں کی طرف سے اس اندیشے کا اظہار اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ شر و فساد انسان کا ایک فطری خاصہ ہے - یہ تو ابتدائی آفرینش کا واقعہ ہے - بعد کی تاریخ بھی قرآن کے الفاظ میں شر و فساد کی تاریخ ہے - لقد ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس - (لوگوں کے ہاتھوں زمین فساد سے بھر چکی ہے) یہ انسان

کے اپنے کرتوت ہیں اور اس کی اپنی کارستانیاں ہیں جو معاشرے میں خرابی اور بکاڑ کا باعث بنتی ہیں - جیہاں تک اصلاح کی خواہش کا تعلق ہے یہ ہر زمانے میں موجود رہی ہے اور اس کی تکمیل کے لئے طریقے بھی سوچے اور بروئے کار لائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے کہ معاشرہ کلیہ فساد سے پاک ہو گیا ہو۔ صرف انبیاء کی اصلاحی کوششیں اس ضمن میں نتیجہ خیز نظر آتی ہیں اور اس کی وجہ صرف یہی سمجھے میں آتی ہے کہ انہوں نے اصلاح کے جو طریقے استعمال کئے وہ کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہ تھے بلکہ ہدایت ربانی پر مبنی تھے -

اس ضمن میں ایک بنیادی نکتہ جس کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اصلاح کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ اول یہ معلوم کیا جائے کہ خرابی کہاں ہے اور کیوں ہے۔ اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ خرابی کو دور کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ انسان اپنے تجربوں اور ذاتی کوششوں سے ان سوالات کے جوابات معلوم کرسکتا ہے لیکن ان جوابات کی صحت ہر صورت میں متنیق نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ انسان کا علم ناقص ہے اور اس کی صلاحیتیں اپنی تمام تر وسعت و عظمت کے باوجود محدود اور مقید ہیں۔ اس کائنات سے متعلق معاملات کو صرف اس کے پیدا کرنے والے کا علم ہی محیط ہو سکتا ہے جس کے علم کی صحت ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ اس لئے الہی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اصلاح کی کوئی کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس سے بے نیاز ہو کر جو کوششیں کی جاتی ہیں اگرچہ انہیں اصلاح سمجھ کر کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی نتیجے کے اعتبار سے افساد ہی ہوتی ہیں۔ اللہ کے کلام نے انسان کی اس خودفریبی کا پردہ یوں چاک کیا ہے۔ وَ إِذَا قَيْلَ لِهِمْ لَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّا نَخْنَ مُصْلِحُونَ إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكُنْ لَا يَشْعُرُونَ۔ اور جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کے لئے کوشان ہیں هوشیار ! وہی لوگ مفسد ہیں مگر وہ نہیں جانتے ۔

اس سے بڑھ کر انسان کی ابلسمی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے ان کارناموں کو اصلاح سمجھتا ہے جو سر تا سر موجب فساد ہوتے ہیں ۔ قرآن کریم نے ایک مقام پر اس مخلوق کو ظلوم و جہول کے خطابات دیئے ہیں (سورہ سباء ۷۲) ۔ اگرچہ یہ ذکر ایک اور بات کے ضمن میں ہے لیکن اشارہ النص سے انسان کا فینفسہ ظالم و جاہل ہونا ظاہر ہے ۔ اور ظلم و جہل سے متصف مخلوق انسان سے یہ توقع کہ وہ مجرد اپنی قوتوں و صلاحیتوں پر اعتماد کر کے براہیوں کو نیکیوں میں بدل سکتا ہے خیال خام ہی نہیں بovalfrbi بھی ہے ۔
یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و انعام ہے کہ اس نے انسان کی صلاح و فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے لئے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری کیا اور ایک صحیح متوازن پرامن اور آسودہ حال زندگی بسر کرنے کا راستہ بتایا ۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں اس زندگی کا مکمل خاکہ موجود ہے ۔ یا ایها الناس قد جاعتکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور و هدی و رحمة للموبين ۔